شبلی نعمانی

ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ

بانی درس نظامیہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

آج تمام ہندوستان میں عربی تعلیم کا جو نصاب ہے، وہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہے، لیکن یہ سخت تعجب ہے کہ اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ نصاب کب بنا؟ اور کس نے بنایا؟ حال کی ایک تصنیف میں اس کو نظام الملک وزیر دولت سلجوقیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، پرانے تعلیم یافتہ اس قدر جانتے ہیں کہ اس کے بانی ملا نظام الدین صاحب لکھنوی ہیں، لیکن اس سے زیادہ ان کو بھی واقفیت نہیں۔

ملا نظام الدین صاحب جس رتبہ کے شخص تھے اور خصوصاً اس نصاب کے قائم کرنے سے ان کو جو شہرت حاصل ہوئی، اس کے لحاظ سے میں ایک مدت سے اس بات کا آرزومند تھا کہ ان کے مفصل حالات دریافت کروں، لیکن چونکہ ہمارے ملک میں بیوگرفی (سوانح عمری) لکھنے کا طریقہ بہت کم تھا، اس لیے اس آرزو کے پوری ہونے کی بہت کم امید ہوسکتی تھی۔ میر غلام علی آزاد نے ''سبحۃ المرجان'' میں مختصر طور پر ان کا تذکرہ کیا ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ بڑے تلاش سے ایک رسالہ ہاتھ آیا جو مولانا ولی اللہ صاحب فرنگی محلی (محشی صدرا) کی تصنیف ہے اور خاص ملا صاحب مرحوم کے حالات میں ہے، لیکن اس میں اصلی حالات نہایت کم ہیں، البتہ ان کی کرامتوں اور خرق عادات کا ایک بڑا دفتر ہے، وہ اس زمانہ کے کام کا نہیں۔

تاہم بمصداق 'مالا یدرك کلّه لا یترك کلّه' میں ایک مختصر سا خاکہ ان کی سوانح عمری کا ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

خاندان کا حال

لکھنؤ کے اطراف میں جو مردم خیز بستیاں ہیں، ایک مشہور قصبہ سہالی ہے جو لکھنؤ سے اٹھائیس میل ہے۔ یہاں مسلمانوں کے دو مشہور خاندان آباد تھے۔ انصاری جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے، عثمانی یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد سے۔ ملا صاحب اسی قصبہ کے رہنے والے تھے اور انصاری خاندان سے تھے۔ ان کے والد ملا قطب الدین بہت بڑے مستند عالم تھے اور ان کا حلقۂ درس تمام مشرق ممالک کا قبلہ گاہ تھا۔ عثمانیوں اور انصاریوں میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن عثمانی، ملا صاحب کے گھر پر چڑھ آئے اور ان کو قتل کر کے گھر میں آگ لگا دی۔ یہ واقعہ ۱۱۰۳ھ میں پیش آیا۔ چونکہ وہ بے گناہ قتل کیے گئے تھے، قوم نے ان کو شہید کا لقب دیا۔ چنانچہ کتب علمیہ میں جہاں ان کا نام آتا ہے، اسی لقب کے ساتھ آتا ہے۔ ملا قطب الدین صاحب کے چار فرزند تھے۔ بڑے صاحب زادے اس وقت دلی میں عالمگیر بادشاہ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ محمد سعید اور ملا نظام الدین مکان پر تھے۔ ملا قطب الدین صاحب کی شہادت کے بعد یہ لوگ بے کسی کی وجہ سے سہالی سے نکل کر لکھنؤ چلے گئے، لیکن یہاں رہنے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ سلطنت تیموریہ کے زمانہ میں چونکہ واقعہ نگاری کا صیغہ نہایت وسعت کے ساتھ قائم تھا اور ملک کا ایک ایک جزئی واقعہ دربار شاہی تک پہنچتا رہتا تھا، لکھنؤ کے واقعہ نگار نے فوراً دربار کو اطلاع دی اور وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ ملا صاحب کے صاحب زادوں کو فرنگی محل کے محلّہ میں ایک قطعہ مکان مع عمارات متعلقہ عنایت کیا جائے۔ اطلاع کی تاریخ ۱۴ شعبان ۳۷/ جلوس والا مطابق ۱۱۰۵ھ اور فرمان صادر ہونے کی تاریخ ۱۱/ شوال ۳۸ جلوس والا ہے۔ اس فرمان کی کچھ عبارت ہم آگے نقل کریں گے۔

لکھنؤ میں آباد ہونے کا سبب

ملا نظام الدین صاحب جن کا ہم تذکرہ لکھ رہے ہیں۔ اس وقت پانزدہ (۱۵) سالہ تھے، اس لیے فرمان میں ان کا نام نہیں ہے، بلکہ ان کے دونوں بڑے بھائیوں کا ہے یہ فرمان اب تک اس خاندان میں موجود ہے اور میں نے ایک دفعہ لکھنؤ میں اس کی زیارت کی تھی چنانچہ اس کے ضروری الفاظ اس موقع پر درج کرتے ہیں پیشانی پر عالمگیر کی مہر ہے۔

عالمگیر کا فرمان

دامن میں یہ عبارت ہے:

''دریں وقت میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ یکمنزل حویلی فرنگی محل با متعلقہ آن

واقع بلدۂ لکھنؤ، مضاف بہ صوبہ اودھ کہ از امکنۂ نزولی است برائے بودن شیخ محمد اسعد و محمد سعید پسران ملا قطب الدین شہید حسب الضمن مقرر فرمودیم باید کہ حکام و عمال و مصدیان مہمات حال و استقبال و جاگیرداران و کرد ریان آنرا بنام مشار الیہا معاف و مرفوع القلم دانستہ بوجہ الوجوہ مزاحم و معترض نہ شوند و اندرین باب سند مجدد نہ طلبند۔'' (مرقوم غرہ ذیقعدسال سی و ہفتم جلوس والا نوشتہ شد[1])

فرمان کی پشت پر جو عبارت ہے اس کا پہلا فقرہ یہ ہے۔

''شرح یادداشت واقع بتاریخ روز پنج شنبہ ۱۴ شعبان المعظم ۳۷ جلوس والا موافق ۱۱۰۵ھ بمطابق مرداد ماہ برسالہ صدارت و مشیخت پناہ فضیلت و کمالات دست گاہ سزاوار مرحمت و احسان صدر منیع القدر فاضل خان و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلائق پناہ حسام الدین حسین قلمی میگردو کہ بعرض مقدس و معلّی رسید کہ شیخ محمد اسعد و محمد سعید پسران ملا قطب الدین شہید ساکن قصبہ سہالی بسبب شہادت پدر خود قصبۂ مذکور را گذاشتہ جلاوطن گردیدند ندو کدام مکانہا سکونت ندارند الخ۔[2]''

طالب علمی

جس وقت ملا قطب الدین کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہوا ملا نظام الدین صاحب کی عمر پندرہ برس کی تھی اور شرح

۱؎ اس وقت میں جس میں سعادت اور نیک بختی جمع ہو گئی ہے یہ عظیم الشان فرمان، جس کی اطاعت لازم ہے، صادر ہو رہا ہے۔ (اور وہ یہ ہے) کہ فرنگی محل کی حویلی، جو شہر لکھنؤ میں واقع ہے، اور صوبہ اودھ سے ملحق ہے اور نیچے والے علاقوں میں واقع ہے، اس سے متعلقہ ایک منزل ملا قطب الدین شہید کے بیٹوں شیخ محمد اسعد و محمد سعید کی رہایش کے لیے مندرجہ ذیل طریقے سے مقرر فرماتے ہیں لازم ہے کہ حکام و عمال اور حال و مستقبل کے اہم امور کا ریکارڈ رکھنے والے اور جاگیردار اس کے احاطے کو مذکوران کے نام معاف اور مرفوع القلم سمجھیں، اور کسی بھی وجہ سے اس میں مزاحمت نہ کریں۔ اور اس بارے میں کوئی نئی سند طلب نہ کریں۔ (تخت نشینی کے ۳۷ ویں سال ذی القعد لکھا گیا)۔

۲؎ اس یادداشت (مذکورہ بالا) کی تشریح جمعرات کے دن بتاریخ چودہ شعبان المعظم والا شان تخت نشینی کے سینتیسویں سال ۱۱۰۵ ہجری میں بمطابق ماہ مُرداد (دیسی مہینوں کے لحاظ سے بھادوں کا مہینا) صدارت و مشیخت پناہ، فضیلت و کمالات دست گاہ، سزاوار مرحمت احسان، صدر منیع القدر، فاضل خان عمل میں آئی۔ اور اس واقعہ کی تحریر کی نوبت درگاہِ خلائق پناہ (بادشاہ سلامت) کے حقیر ترین بندے حسام الدین کے ہاتھوں لکھی جا رہی ہے تا کہ مقدس و معلیٰ بارگاہ میں پیشی کے لیے پہنچے کہ شیخ محمد اسعد و محمد سعید، پسران (فرزندان) ملا قطب الدین شہید ساکن قصبہ سہالی جو اپنے باپ کی شہادت کی وجہ سے مذکورہ قصبہ کو چھوڑ کر جلاوطن ہو گئے اور کسی جگہ سکونت پذیر نہیں ہیں....

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جامی پڑھتے تھے۔ اگرچہ اس وقت تک اطمینان کی معقول صورت نہیں پیدا ہوئی تھی، تاہم ملا صاحب نے فراغ خاطر کا انتظار نہ کیا اور علوم کی تحصیل جاری رکھی۔ غلام علی آزاد نے ''سبحۃ المرجان'' میں لکھا ہے کہ:

''ملا صاحب نے یورپ کا سفر کیا اور مختلف شہروں میں تحصیل کی۔ اخیر میں لکھنؤ واپس آ کر شیخ غلام نقش بند لکھنوی سے بقیہ کتابیں پڑھیں اور انھی سے سند فضیلت حاصل کی۔ لیکن مولوی ولی اللہ صاحب نے جو مستقل رسالہ ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ابتدائی کتابیں دیوا[3] میں اور قصبات میں جا کر پڑھیں، لیکن انتہائی کتابیں بنارس میں جا کر حافظ امان اللہ بنارسی سے ختم کیں۔''

فرنگی محل میں آج جو روایت مشہور ہے وہ بھی اس کی موید ہے۔

فراغ تحصیل کے ساتھ ہی ملا صاحب اپنے والد بزرگوار کے مسند درس پر متمکن ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کا آستانہ تمام مشرقی ہندوستان کا مرجع بن گیا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تصوف

علوم ظاہری کی تکمیل سے فارغ ہو کر ملا صاحب نے علوم باطنی کی طرف توجہ کی۔ اس وقت حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کے فیوض و برکات کا تمام ہندوستان میں غلغلہ تھا۔ ملا صاحب ان کے آستانے پر حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ شاہ صاحب موصوف علوم اسلامیہ سے ناآشنا تھے اس لیے تمام لوگوں کو تعجب ہوا۔ یہاں تک کہ علمائے فرنگی محل نے علانیہ ملا صاحب سے شکایت کی۔ ملا صاحب کے تلامذہ میں سے ملا کمال علوم عقلیہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے اور چونکہ بے انتہا ذہین اور طباع تھے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، ملا صاحب کی بیعت پر دوبدو گستاخانہ عرض کیا کہ آپ نے ایک جاہل کے ہاتھ پر کیوں بیعت کی۔ اس پر بھی قناعت نہ کر کے شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور فلسفہ کے چند مشکل مسئلے سوچ کر گئے کہ شاہ صاحب سے پوچھیں گے، اور ان کو الزام دیں گے۔ مشہور ہے کہ شاہ صاحب نے خود ان مسائل کو چھیڑا اور ملا کمال کی خاطر خواہ تسکین کر دی، چنانچہ اسی وقت ملا کمال اور ان کے ساتھ بہت سے علما شاہ صاحب کے قدموں پر گر پڑے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

شاہ صاحب نے ۱۱۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد ملا نظام الدین نے ان کے خلیفہ سید اسمٰعیل بلگرامی سے باطنی فیوض حاصل کیے۔

---

[3] دیوا جموں میں دریائے توی کے ساتھ ایک قصبے کا نام بھی ہے جو چھمب اور جوڑیاں کے مغرب میں واقع ہے۔

بیماری اور وفات

ملا صاحب کو ابتدا سے قرحہ کا مرض تھا، لیکن کبھی معالجہ کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اخیر عمر میں جب کہ سن شریف ۷۵ برس کو پہنچ گیا نہایت ضعیف ہو کر صاحب فراش ہو گئے اور زنان خانہ میں رہنے لگے، لیکن چونکہ نہایت کثرت سے لوگ بیمار پرسی کو جاتے تھے اور بار بار پردہ کرانے میں گھر والوں کو تکلیف ہوتی تھی، ملا احمد عبدالحق صاحب نے عرض کیا کہ حضور اگر دیوان خانہ میں تشریف رکھتے تو بہتر ہوتا، ملا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا، دوسرے دن شاہ عبدالغنی صاحب عیادت کو آئے تو ملا صاحب نے یہ مصرعہ ''ہر روز بینم تنگ تر سوراخ این غربالہا'' پڑھ کر فرمایا کہ اچھا میاں عبدالحق ہی کی مرضی پر عمل کرو۔ چنانچہ دیوان خانہ میں اٹھ کر تشریف لائے اور وہیں وفات کی۔

ملا صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ دوسری شادی غالباً اس غرض سے کی تھی کہ پہلی سے اولاد نہیں ہوئی تھی۔ بیماری کو جب اشتداد ہوا تو زوجۂ اولیٰ ملا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ مجھ سے جو تقصیر ہوئی معاف فرمایئے۔ فرمایا تم نے کوئی تقصیر نہیں کی، البتہ مجھ سے یہ گناہ ہوا کہ تمھارے ہوتے ہوئے دوسری شادی کی، اس جرم کو معاف کر دو۔ تھوڑی دیر کے بعد زوجہ ثانیہ آئیں اور کہا کہ آپ تو تشریف لیے جاتے ہیں اولاد کو کس پر چھوڑے جاتے ہیں؟ ملا صاحب کو سخت رنج ہوا۔ حاضرین سے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر بٹھا دو پھر فرمایا کہ نظام الدین تو جاتا ہے، لیکن خدا ہمیشہ رہے گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تاریخ وفات

آخر نویں تاریخ جمادی الاولیٰ روز چہار شنبہ ۱۱۶۱ھ دو پہر دن چڑھے انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات یہ ہے:

ملک بود و بیک حرکت ملک گشت[۴]

عربی مادہ یہ ہے:

مال العاشق الی المعشوق[۵]

اخلاق و عادات

ملا صاحب ابتدا ہی سے نہایت غنی النفس اور متوکل تھے۔ ان کی علمی شہرت ان کی زندگی میں ہی اس درجہ تک پہنچ

۴؎ مُلک (بادشاہ) تھا اور ایک زیر زبر کی حرکت سے مَلَک (فرشتہ) بن گیا۔

۵؎ عاشق معشوق کی طرف مائل ہو گیا۔

گئی تھی کہ وہ ذرا سی خواہش کرتے تو ہر قسم کا جاہ و منصب حاصل ہو سکتا تھا، لیکن اس طرف توجہ نہ کی۔ تین تین دن کے فاقے ہوتے تھے اور نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ امرا اور اہل دول سے بالکل نہیں ملتے تھے، بلکہ اس قسم کے لوگ خدمت میں حاضر ہوتے تو بے التفاتی ظاہر فرماتے۔ شیخ غلام مخدوم کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ ملا صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اور بیماری کی وجہ سے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ اتفاقاً امراء میں سے ایک صاحب ملنے کے لیے آئے۔ میں نے ان کے لحاظ سے پلنگ پر سے اتر آنا چاہا۔ ملا صاحب نے فرمایا کہ سفید پوشوں کو دیکھ کر بدحواس کیوں ہوتے ہو، آرام سے لیٹے رہو۔

امراء شاہی میں سے ایک رئیس جو ہفت ہزاری کا منصب رکھتا تھا، ملا صاحب کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن عین نماز کے وقت کہلا بھیجا کہ اگر آپ ذرا انتظار فرمائیں تو میں بھی حاضر ہو کر حضور کی اقتدا کا شرف حاصل کر سکوں۔ ملا صاحب نے ذرا دیر انتظار فرمایا پھر کہا کہ ''نماز خدا کے لیے ہے، اہل دنیا کے لیے نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بے نفسی

لیکن یہ بے نیازی اور بد دماغی امراء اور جاہ پرستوں کے لیے مخصوص تھی ورنہ مزاج میں مسکینی اور تواضع تھی۔ ایک دن ایک ایرانی ابوالمعالی نام ملا صاحب کا شہرہ سن کر ملاقات کے لیے آیا۔ ملا صاحب درس گاہ میں چٹائی پر بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے۔ اس نے ایرانی علما کا جاہ و جلال دیکھا تھا، ملا صاحب کی طرف اس کا خیال نہ جا سکا۔ لوگوں سے پوچھا ملا نظام الدین کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مولانا کا حال تو میں نہیں جانتا، لیکن نظام الدین میرا ہی نام ہے۔ اس نے چند فقہی مسائل پیش کیے کہ اہل حق (یعنی شیعہ مذہب والوں) کے نزدیک اس کا کیا جواب ہے؟ ملا صاحب نے اس کا منشا سمجھ کر شیعوں کی روایت کے مطابق جواب دیا۔ نہایت پسند کیا اور کہا کہ ان ہی مسئلوں کو اہل ضلالت (سنیوں) کے مذہب کے موافق بیان فرمایئے۔ ملا صاحب نے سنیوں کی روایتیں بیان کیں۔ وہ عش عش کر گیا اور کہا کہ جس قدر سنا تھا، اس سے زیادہ پایا۔

علما کی نسبت عام شکایت ہے کہ علمی مباحثات سے ہمیشہ ان کو فخر اور امتیاز مقصود ہوتا ہے اور اس لیے وہ کبھی حریف کے مقابلہ میں سکوت اختیار نہیں کرتے، لیکن ملا صاحب اس عیب سے بالکل پاک تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب ان سے بحث کرنے کے لیے تشریف لائے۔ ملا صاحب نے مسئلہ کی تحقیق بیان فرمائی۔ انھوں نے اعتراض کیا۔ ملا صاحب چپ ہو گئے۔ انھوں نے مشہور کرنا شروع کیا کہ میں نے ملا نظام الدین کو بند کر دیا۔ ملا صاحب کے تلامذہ

کو ناگوار گزرا اور ایک شاگرد نے جا کر ان صاحب کو زور تقریر سے بالکل ساکت کر دیا۔ ملا صاحب کو خبر ہوئی تو اس قدر برہم ہوئے کہ اس شاگرد کو حلقۂ درس سے الگ کر دیا اور کہا کہ میں ہرگز یہ نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے کسی شخص کی شہرت اور عزت میں فرق آئے۔

تصنیفات

ملا صاحب کی تصنیفات کثرت سے ہیں، مثلاً ''شرح مسلم الثبوت شرح منار مسمی بہ صبح صادق''، ''حاشیہ صدرا''، ''حاشیہ شمس بازغہ''، ''حاشیہ برحاشیہ قدیمہ''۔ یہ تمام کتابیں بڑے پایہ کی ہیں اور نہایت دقیق تحقیقات پر مشتمل ہیں، لیکن درحقیقت ملا صاحب کی شہرت ان تصنیفات کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان کے طریقۂ درس کے بدولت ہے۔ ملا صاحب کے زمانہ میں ہندوستان کے تمام اطراف میں بڑے بڑے علما موجود تھے اور ہر ایک کی الگ الگ درس گاہ قائم تھی۔ مثلاً ملا محبّ اللہ بہاری مصنف ''سلّم و مسلّم'' متوفی ۱۱۱۹ھ، ملا جیون مصنف نور الانوار المتوفی ۱۱۳۰ھ، سید عبدالجلیل بلگرامی استاذ غلام علی آزاد المتوفی ۱۱۲۲ھ، میر غلام علی آزاد، بلگرامی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی المتوفی ۱۱۷۴ھ، لیکن ملا صاحب کے حلقۂ درس سے جس رتبہ کے فضلا پیدا ہوئے، وہ خود ان بزرگوں کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ ملا صاحب کے فرزند مولانا عبدالعلی کو تمام ملک نے بحر العلوم کا لقب دیا، جو آج تک مشہور ہے اور درحقیقت ہندوستان کی خاک سے کوئی شخص اس جامعیت کا شروع اسلام سے آج تک نہیں پیدا ہوا۔ ملا صاحب کے دوسرے شاگرد ملا کمال اس پایہ کے شخص تھے کہ مولوی حمد اللہ جن کی شرح سلم آج نصاب تعلیم میں داخل ہے، ان ہی کے دامن فیض میں پلے تھے ملا حسن کو بھی ملا صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔

ملا صاحب کے درس نے اس قدر قبولیت حاصل کی کہ ہندوستان میں ہر جگہ سلسلہ بہ سلسلہ انھی کے شاگرد نظر آتے تھے اور لکھنؤ کا فرنگی محل تو علم و فن کا معدن بن گیا جہاں آج تک علمی سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور سینکڑوں اہل کمال پیدا ہو کر پیوند خاک ہو گئے۔ ملا مبین، مولانا ظہور اللہ، مولانا ولی اللہ، مفتی محمد یوسف، مولانا عبدالحکیم، مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم جو ہمارے زمانہ میں موجود تھے، ان کی تصنیفیں تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آج جہاں جہاں علوم عربیہ کا نام و نشان باقی ہے اسی خاندان کا پرتو فیض ہے۔ ہندوستان کے کسی گوشہ میں جو شخص تحصیل علم کا احرام باندھتا ہے، اس کا رخ فرنگی محل کی طرف ہوتا ہے۔ میں نے ۱۸۹۶ھ میں جب ملا نظام الدین کے آستانہ کی زیارت کی اور ان کی درس گاہ کو جو ایک مختصر سا بالا خانہ تھا دیکھا تو عجب حیرت ہوئی۔ اللہ اکبر ہمارے ہندوستان کا کیمبرج یہی ہے۔ یہی خاک ہے جس سے عبدالعلی بحر العلوم اور ملا کمال پیدا ہوئے۔ افسوس اب یہ کعبہ ویران ہوتا جاتا ہے۔ یاد رفتگان

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صرف ایک مقدس بزرگ مولانا نعیم صاحب باقی ہیں جو عبد العلی بحرالعلوم کے پرپوتے ہیں اور جن کو ہماری سرکار نے شمس العلما کا خطاب دیا ہے۔

درس نظامیہ کے خصوصیات

ملا صاحب کے حالات میں سب سے زیادہ قابل توجہ ان کا مقرر کردہ نصاب ہے جو نظامیہ کے نام سے مشہور ہے اس نصاب کے خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ نصاب میں ہندوستان کے علما کی متعدد کتابیں داخل ہیں، مثلاً ''نور الانوار سلم''، ''مسلم رشیدیہ''، ''شمس بازغہ''، حالانکہ اس سے پہلے یہاں کی ایک تصنیف بھی درس میں داخل نہ تھی۔

۲۔ ہر فن کی وہ کتابیں لی ہیں جن سے زیادہ مشکل اس فن میں کوئی کتاب نہ تھی۔

۳۔ منطق و فلسفہ کی کتابیں تمام علوم کی نسبت زیادہ ہیں۔

۴۔ حدیث کی صرف ایک کتاب ہے یعنی مشکوٰۃ۔

۵۔ ادب کا حصہ بہت کم ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس نصاب میں سب سے زیادہ مقدم خصوصیت جو ملا صاحب کو پیش نظر تھی، یہ تھی کہ قوت مطالعہ اس قدر قوی ہو جائے کہ نصاب کے ختم کرنے کے بعد طالب العلم جس فن کی جو کتاب چاہے سمجھ سکے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ درس نظامیہ کی کتابیں اگر اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لی جائیں تو عربی زبان کی کوئی کتاب لاینحل نہیں رہ سکتی بخلاف درس قدیم کے کہ اس سے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

اختصار کے لحاظ سے بھی اس نصاب کو نصاب قدیم پر ترجیح ہے۔ ایک متوسط الذہن طالب العلم سولہ سترہ برس کی عمر میں تمام کتب درسیہ سے فارغ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ علمائے فرنگی محل میں اکثر اتنی ہی عمر میں فارغ ہو جاتے تھے۔

اس نصاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ چونکہ اس میں فقہ کی کتابیں بہت کم ہیں اور جو ہیں ان میں معقولی استدلال سے کام لیا گیا ہے، اس لیے اس نصاب سے وہ تقشف اور ظاہر پرستی اور مذہب کا بے جا تعصب نہیں پیدا ہوتا تھا جو سطحی فقہا کا خاصا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ فرنگی محل میں جو بڑے بڑے علما پیدا ہوئے ہیں، ان میں کسی نے مذہبی مناظرات کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ شیعہ و سنی کا جھگڑا سب سے زیادہ لکھنؤ میں پیدا ہو سکتا تھا، لیکن یہ صدا دلی سے بلند ہوئی اور گو تمام ملک اس ہنگامہ میں مبتلا ہو گیا اور تحفہ اثنا عشریہ کے فقرے رجز کی طرح مذہبی پہلوانوں کی زبانوں پر چڑھ گئے، تاہم علمائے فرنگی محل اخیر تک اس شورش سے الگ رہے۔ اس نصاب سے اور باتوں کے ساتھ

ملا نظام الدین صاحب کی انصاف پرستی اور فراخ حوصلگی کا بڑا ثبوت ملتا ہے۔ علما میں یہ خصلت بہت کم پائی جاتی ہے کہ ان کو معاصرین کے فضل کا اقرار ہو، لیکن ملا صاحب نے اپنے معاصر علما کی اس وقت عزت کی کہ ان کی کتابیں درس میں داخل کر دیں۔ ''نورالانوار''، ''سلّم و مسلّم'' سب ان کے معاصرین کی تصنیفات ہیں اور درس نظامیہ میں داخل ہیں۔ ملا صاحب کی کسر نفسی اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ اپنی کوئی تصنیف نصاب میں داخل نہیں کی، حالانکہ ان کا کوئی معاصر ان کی ہم سری نہیں کر سکتا۔

اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ موجودہ درس جو نظامیہ کے نام سے مشہور ہے، دراصل درس نظامیہ نہیں ہے۔ اس میں بہت سی کتابیں ایسی اضافہ ہو گئی ہیں جو ملا نظام الدین صاحب کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں مثلاً ''ملا حسن''، ''حمد اللہ''، ''حاشیہ''، ''غلام یحییٰ''، ''قاضی مبارک''۔ اگرچہ ہمارے نزدیک ضروریات زمانہ کے لحاظ سے درس نظامیہ میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ کی ضرورت ہے، لیکن اس مضمون میں ہم اس بحث کو نہیں چھیڑتے اور اسی تحریر پر بس کرتے ہیں۔

(معارف علی گڑھ فروری ۱۹۰۰ء)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com